آٹھواں فقہی سمینار

☆ اشتراط فی النکاح

☆ طبی اخلاقیات اور اطباء کے فرائض

☆ عرف وعادت

سوالنامہ:

نکاح میں شرط اور مشروط مہر فقہ اسلامی کی روشنی میں

نکاح مرد اور عورت کے درمیان انجام پانے والا قابل احترام عقد ہے جس سے عائلی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، نکاح کے ذریعہ دو اجنبی مرد و عورت ایک ساتھ مودت ومحبت اور اعتماد کی فضا میں زندگی گزارنے کا فیصلہ کرتے ہیں، اسلام رشتۂ نکاح کو پائیدار اور مستحکم دیکھنا چاہتا ہے، اسی لئے اس نے نکاح کے ساتھ ایسی شرطیں عائد کی ہیں جن کے نتیجے میں رشتۂ نکاح دائمی رفاقت کی شکل اختیار کرلے اور میاں بیوی کے عائلی حقوق کا پورا تحفظ ہو سکے۔

نکاح کے نتیجہ میں میاں بیوی دونوں پر کچھ ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور دونوں کو کچھ حقوق حاصل ہوتے ہیں، ان حقوق وفرائض کو شریعت نے کلیۃً فریقین کی رضامندی پر نہیں چھوڑا ہے کہ وہ دونوں عقد نکاح کرتے وقت اپنے حقوق وفرائض جس طرح چاہیں طے کرلیں، بلکہ مقاصد نکاح کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور دونوں کی فطرت وصلاحیت کو مدنظر رکھ کر دونوں کے کچھ حقوق وفرائض اللہ تعالیٰ نے خود متعین فرمادئے جن میں فریقین باہمی رضامندی سے بھی ردوبدل نہیں کرسکتے، اسلامی شریعت کی طرف سے میاں بیوی کے بعض بنیادی حقوق وفرائض کی تعیین اسی لئے کردی گئی ہے تاکہ مضبوط فریق کمزور فریق کا استحصال نہ کرسکے، اور فریق ثانی کی کمزوری اور مجبوری دیکھ کر نکاح کے وقت اپنی من پسند شرطیں عائد کرکے اپنے فرائض سے گریز کی راہ نہ اپنائے، اس پس منظر میں ہمارے فقہاء نے کتاب وسنت کی روشنی میں شرائط نکاح پر بحث کی ہے۔

عقد نکاح کے ساتھ عائد کردہ شرطوں کو ہم تین قسموں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

(۱) ایسی شرائط جن کے ذریعہ کسی فریق پر کوئی نئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، بلکہ خود عقد نکاح سے جو ذمہ داری کسی فریق پر عائد ہوتی ہو، اسی کو شرط کی صورت میں عقد نکاح کے وقت ذکر کردیا گیا ہو، مثلاً بیوی کا یہ شرط لگانا کہ اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہوگا۔

(۲) نکاح کے وقت کسی فریق کا ایسی کوئی شرط لگانا جس کا مقصد نکاح سے پیدا ہونے والی کسی ذمہ داری سے گریز ہو، مثلاً شوہر کا نکاح کے وقت یہ شرط لگانا کہ بیوی کا نان ونفقہ اس کے ذمہ نہیں ہوگا۔

(۳) نکاح کے وقت کسی فریق کا کوئی ایسی شرط عائد کرنا جو (۱) اور (۲) میں سے کسی کے دائرہ میں نہیں آتی ہے، اس کے نتیجے میں کسی فریق کو ایسا حق حاصل نہیں ہوتا ہے جو غیر مشروط نکاح کی صورت میں حاصل ہوتا اور دوسرے فریق پر ایسی پابندی یا ذمہ داری عائد ہوتی ہے جو غیر مشروط نکاح کی صورت میں عائد نہ ہوتی، مثلاً عورت کا یہ شرط لگانا کہ مرد اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح نہ کرے گا یا بیوی کو اس کے آبائی وطن ہی میں رکھے گا، وہاں سے نکال کر کسی اور جگہ نہیں لے جائے گا۔

اوپر ذکر کردہ تینوں قسم کی شرائط کے بارے میں شریعت کا حکم مع دلائل مطلوب ہے۔

الف۔ دوسری قسم کی شرط لگانا شرعا کیا حکم رکھتا ہے؟ ایسی شرط لگانے سے عقد نکاح پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے، نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر منعقد ہوتا ہے تو کیا اس شرط کی پابندی متعلقہ فریق کے لئے ضروری ہے؟

ب۔ تیسری قسم کی شرائط کا کیا حکم ہے؟ یہ شرطیں لازم الایفاء ہیں یا نہیں، ان سے عقد نکاح کی صحت پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

ج۔ نکاح کے وقت اگر عورت یہ شرط لگائے کہ اسے اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا حق ہوگا یا فلاں فلاں شکلوں میں طلاق واقع کرنے کا حق ہوگا، اگر شوہر اس شرط کو تسلیم کرتا ہے تو اس شرط کی شرعاً کیا حیثیت ہے، کیا اس کی وجہ سے عورت کو طلاق کا اختیار شوہر کو باقی رہتا ہے یا نہیں؟

نکاح میں شرط کی تین صورتیں ہیں:

۱- عقد نکاح سے پہلے شرائط طے ہوجائیں اور اس تحریر پر طرفین کی دستخط ہوجائے۔

۲- عقد نکاح میں ہی ان شرائط کا ذکر کیا جائے، ایجاب مشروط ہو یا ایجاب مطلق ہو اور قبول مشروط ہو۔

۳- عقد نکاح کے بعد مابین طرفین کوئی شرائط نامہ تحریر کیا جائے۔

ہر سہ صورتوں کے کیا احکام ہوں گے اور شرعاً ان میں کیا پابندیاں ہوں گی؟ اس تفویض واختیار کے ساتھ مزید احتیاط کے لئے کیا قیدیں بڑھائی جاسکتی ہیں جو کہ جانبین کے لئے مفید ہوں اور بے جا استعمال کا سد باب کریں۔

مسئلہ کا ایک پہلو اور اہم ہے کہ شریعت نے طلاق کا اختیار شوہر کے ہاتھ میں رکھا ہے، تفویض کے نتیجہ میں یہ اختیار عورت کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، کیا اس سے مصالح شرع کے ضائع ہونے کا اندیشہ تو نہیں؟ تو کیا مصالح کی حفاظت کے لئے اس تفویض کے ساتھ مزید احتیاط کے لئے کچھ قیدیں بڑھائی جاسکتی ہیں جو کہ مفید مقصد ہوں اور بے جا تصرف کا سد باب کریں۔

طلاق ایک ناپسندیدہ چیز ہے اور ساتھ ہی بعض ناگزیر حالات میں ایک ضرورت بھی، لیکن اس کے غلط اور بے جا استعمال سے بڑی خرابیاں پیدا ہورہی ہیں جن سے مرد وعورت اور خاندان سب ہی متاثر ہوتے ہیں، لہٰذا طلاق کے غلط استعمال کو روکنے کے لئے اگر عقد نکاح کے وقت اس طرح مہر طے کیا جائے کہ اگر شوہر نے بیوی کو طلاق دی تو عورت کا مہر بیس ہزار اور اگر اس نے طلاق نہ دی تو عورت کا مہر دس ہزار ہے، کیا اس طرح مہر طے کرنا جائز اور معتبر ہوگا اور دونوں شکلوں میں مہر مسمی لازم ہوگا، اس طرح مہر طے کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شوہر مہر کی خطیر رقم سے بچنے کے لئے ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا غیر مشروع اقدام نہ کرے، اس سوال کو حل کرنے میں فقہ کے اس مشہور مسئلہ سے مدد لی جاسکتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر نکاح کے وقت اس طرح مہر طے ہو کہ شوہر بیوی کو اس کے آبائی وطن سے باہر نہیں لے گیا تو مہر ایک ہزار ہوگا اور اگر بیوی کو اس کے آبائی وطن سے باہر لے گیا تو اس کا مہر دو ہزار ہوگا، اس مسئلہ میں صاحبین کے نزدیک دونوں شرطیں درست قرار پاتی ہیں، اور ہر دو صورت میں متعین کردہ مہر (مہر مسمیٰ) لازم ہوتا ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جس مہر کا پہلے ذکر کیا گیا ہے اس کا تسمیہ صحیح قرار پاتا ہے اور پہلی شرط پائی جانے کی صورت میں متعین کردہ مہر (مہر مسمیٰ) لازم ہوتا ہے اور دوسری صورت میں ذکر کردہ مہر کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ دوسری شرط پائی جانے کی صورت میں مہر مثل لازم ہوتا ہے، بشرطیکہ وہ مہر مسمیٰ سے متجاوز نہ ہو، تعیین مہر کے اس طرح کے چند دوسرے مسائل بھی فقہ میں پائے جاتے ہیں، ان میں سے چند کا حوالہ سوالنامہ کے ساتھ ہم رشتہ ہے، کیا فقہ میں مذکور ان مسائل کے پیش نظر تسمیہ مہر کی وہ صورت درست نہیں قرار دی جاسکتی، اور کیا طلاق کے واقعات کو روکنے کے لئے اس مسئلہ میں صاحبین کے قول کو فتویٰ کے لئے اختیار کیا جاسکتا ہے؟

سوال ۲- اگر نکاح کرتے وقت اس طرح مہر طے کیا جائے کہ اگر شوہر نے اس منکوحہ کے عقد نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے نکاح کیا تو اس عورت کا مہر تیس ہزار ہوگا، اور اگر اس کے عقد نکاح میں ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا تو اس کا مہر پندرہ ہزار ہوگا، تو ایسی صورت میں شریعت کے نزدیک دونوں شرطیں معتبر اور لازم العمل ہوں گی یا نہیں؟

سوال ۳- آج کل عورتوں میں بھی ہر طرح کی اعلیٰ تعلیم کا رواج ہوتا جارہا ہے، اور تعلیم کے بعد بہت سی عورتیں مختلف ملازمتوں سے وابستہ

ہوجاتی ہیں، یا وابستہ ہونے کی جدوجہد میں لگی ہوتی ہیں، ایسی عورتیں اگر نکاح کے وقت اپنے ہونے والے شوہر سے یہ شرط لگاتی ہیں کہ شوہر انھیں ملازمت کرنے سے نہیں روکے گا اور اس شرط کو ہونے والا شوہر عقد نکاح کے وقت قبول کرتا ہے تو اس شرط کی شرعاً کیا حیثیت ہوگی، شوہر کے لئے اس شرط کی پابندی ضروری ہوگی یا نہیں، اور اگر شوہر اس شرط کو قبول کرنے کے باوجود عورت کو سلسلۂ ملازمت ختم کرنے کا حکم دیتا ہے یا نئی ملازمت کرنے سے روکتا ہے تو عورت کے لئے شوہر کے اس حکم کی تعمیل ضروری ہوگی یا نہیں؟

☆☆☆

سوالنامہ:

طبی اخلاقیات

محور اول:

امراض اورحوادث کی کثرت کی وجہ سے دن بدن ڈاکٹرز کی ضرورت بڑھتی جارہی ہے، ہرگھر بلکہ ہرفردکوڈاکٹرز یاطبی اداروں سے علاج ومعالجہ کی غرض سے رابطہ رکھنا پڑتا ہے،حکومتیں طبی اداروں کوترقی دینے،ان میں جدید ترین آلات اور مشینیں مہیا کرنے مختلف امراض کے ماہر ترین ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کررہی ہیں، علاج ومعالجہ کی روز افزوں ضرورت کی وجہ سے طب اور میڈیکل سائنس سے بے بہرہ لوگ بھی کسب زر کے لئے اس میدان میں داخل ہوگئے ہیں، اور ایسے افراد کی تعداد بڑھتی ہی جارہی ہے، ایسے جاہل اور نیم طبیب قسم کے لوگوں کوعلاج ومعالجہ سے روکنے کے لئے حکومت نے بہت سے قوانین وضع کئے ہیں، اورمختلف امراض کے علاج کے لئے مخصوص طبی تعلیم اور تجربہ کی شرط لگادی گئی ہے، مستند میڈیکل اداروں میں تعلیم حاصل کرکے سند حاصل کرنے والے افراد ہی علاج ومعالجہ کے مجاز ہوتے ہیں۔

مختلف امراض کے علاج میں سرجری اور آپریشن کا عمل بھی کثرت سے ہونے لگا ہے، آپریشن کے مرحلہ میں ڈاکٹر کے آپریشن کا قانونا مجاز ہونے اور مریض یا اس کے اولیاء کی طرف سے آپریشن کی اجازت حاصل ہونے کا مسئلہ بھی سامنے آتا ہے، اگر غلط علاج کرنے یا آپریشن کی وجہ سے مریض کا انتقال ہوگیا یا اسے سخت ضرر لاحق ہوگیا تو ڈاکٹر یا طبیب کو ضامن قرار دینے یا نہ دینے کا سوال بھی کھڑا ہوتا ہے، اس طرح کے مختلف مسائل میں اسلامی شریعت کی رہنمائی حاصل کرنے کے لئے درج ذیل سوالات قائم کئے جارہے ہیں، امید ہے کہ کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں ان سوالات کے جوابات تحریر کئے جائیں گے:

۱- ایسا کوئی شخص جو قانونا کسی مرض کا علاج کرنے کا مجاز نہیں ہے، لیکن اپنے ذاتی مطالعہ اور تجربہ کی بناء پر دواؤں اور امراض کے بارے میں واقفیت رکھتا ہے، اگر اس شخص نے کسی مریض کے کہنے پر اس کا علاج کیا تو شرعا اس کا یہ علاج کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کے علاج سے مریض کو غیر معمولی ضرر پہنچا یا اس کا انتقال ہوگیا تو اس پر کوئی ضمان یا تاوان لازم ہوگا یا نہیں؟ کیا اس کا عمل شرعا قابل تعزیر جرم شمار ہوگا؟

۲- جس ڈاکٹر کو قانونا علاج ومعالجہ کی اجازت ہے، اس نے اگر کسی مریض کا علاج کیا لیکن اس نے طبی احتیاطیں ملحوظ نہیں رکھیں، مثلاً بعض ضروری جانچیں نہیں کروائیں، یا مریض کی پورے طور پر دیکھ ریکھ نہیں کی، اگر اس کے علاج کے باوجود مریض فوت ہوگیا، یا اس کا کوئی عضو (مثلاً آنکھ) ضائع ہوگیا تو کیا یہ ڈاکٹر مریض کے پہنچنے والے نقصان کا یا اس کی جان کے تاوان کا ضامن ہوگا؟

۳- اگر ڈاکٹر کی رائے میں زیر علاج مریض کا آپریشن ضروری ہے، اور ڈاکٹر نے مریض یا اس کے قریبی اعزہ سے اجازت لئے بغیر آپریشن کرڈالا، آپریشن کامیاب ہونے کے بجائے مہلک ثابت ہوا، مریض فوت ہوگیا، یا اس کا آپریشن شدہ عضو بیکار ہوگیا، تو ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر اس مریض کو پہنچنے والے نقصان کا ضامن ہوگا، جب کہ وہ ڈاکٹر اس آپریشن کا مجاز ہے اور تجربہ رکھتا ہے۔

۴- بعض اوقات مریض پر بے ہوشی طاری ہوتی ہے، وہ اجازت دینے کے لائق نہیں ہوتا ہے، اوراس کے اعزہ زیر علاج مقام سے بہت دور ہوتے ہیں، ان سے فی الفور رابطہ قائم نہیں کیا جاسکتا ہے، ایسی صورت میں اگر ڈاکٹر کی رائے میں آپریشن فوری طور پر ضروری ہے، اورتاخیر ہونے میں اس کے نزدیک مریض کی جان یا عضو کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، اس لئے اس نے مریض اوراس کے قریبی اعزہ سے اجازت حاصل کئے بغیر مریض کا آپریشن کردیا، اوریہ آپریشن ناکام رہا، مریض کی جان چلی گئی، یا اس کا کوئی عضو ضائع ہوگیا، تو کیا اس صورت میں ڈاکٹر کو ضامن قرار دیا جائے گا، اورمریض کو پہنچنے والے نقصان کا تاوان اس پر شرعا لازم ہوگا؟

محور دوم:

ایڈز کا خوف پوری دنیا پر مسلط ہے، یہ مرض جسم انسانی کے دفاعی نظام کو تباہ کردیتا ہے، اس کے بعد انسان بڑی تیزی کے ساتھ مختلف موذی اورمہلک امراض میں گرفتار ہوکر دم توڑ دیتا ہے، اس مرض کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ یہ مرض بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتا ہے، اگر کسی جگہ ایڈز کا مرض کسی شخص کو لاحق ہوگیا، تو ضروری احتیاطیں ملحوظ نہ رکھنے پر بہت تھوڑے وقت میں بے شمار افراد کو یہ مرض لاحق ہوجاتا ہے، یہ مرض خاص طور سے جنسی عمل اورایڈز کے مریض کا خون چھونے سے منتقل ہوتا ہے، یا ماں سے اس کے بچے کی طرف دوران حمل یا شیر خوارگی سے منتقل ہوتا ہے، یوں عام اختلاط سے منتقل نہیں ہوتا۔

ایڈز کے اس مہلک مرض نے مریض، مریض کے متعلقین اورسماج کے لئے بہت سے مسائل پیدا کردیئے ہیں، ان کے بارے میں شریعت کی رہنمائی درکار ہے۔

۱- جس مریض میں ایڈز کے جراثیم پائے گئے ہیں، کیا اس کے لئے جائز ہے کہ اپنے گھر والوں یا متعلقین سے اس خوف سے اس مرض کو چھپائے کہ اس مرض کا اظہار ہونے کے بعد وہ اپنے گھر اورسماج میں اچھوت بن کر رہ جائے گا، یا اس کے لئے اپنے اہل خانہ اور متعلقین کو اس مرض سے مطلع کردینا ضروری ہے۔

۲- اگر ایڈز کا مریض اپنے اہل خانہ اورمتعلقین سے اپنے مرض کو چھپارہا ہے، اورڈاکٹر سے بھی اصرار کررہا ہے کہ وہ اس کے مرض کو کسی پر ظاہر نہ کرے تو ایسی صورت میں شرعاً ڈاکٹر کی کیا ذمہ داری ہے، وہ اس مرض کو راز میں رکھے یا افشاء کرے؟۔

۳- ایڈز اوردوسرے خطرناک متعدی امراض، مثلاً طاعون وغیرہ کے مریض کے بارے میں اس کے اہل خانہ، متعلقین اورسماج کی شرعا کیا ذمہ داری ہے؟

۴- ایڈز کا ایسا مریض جو کہ اپنے مرض اوراس کی نوعیت سے بخوبی واقف ہے اگر وہ کسی دوسرے تک اپنے مرض کو منتقل کرنے کی غرض سے کوئی ایسا کام کرے، مثلاً اس نے بیوی سے مجامعت کی، جس کی وجہ سے ایڈز کے وائرس (جراثیم) بیوی میں منتقل ہوگئے، یا کسی مریض کو خون کی ضرورت ہے، ایڈز کے اس مریض نے اپنا خون اس کے لئے پیش کیا، اورمریض کو وہ خون چڑھ گیا جس کے نتیجہ میں اس مریض کو بھی ایڈز کا مرض لاحق ہوگیا تو کیا ایڈز کا یہ مریض جو دانستہ دوسرے شخص تک اس قاتل مرض کی منتقلی کا سبب بنا ہے، قابل سزا قرار پائے گا؟ اوراسے سزا دی جائے گی؟

اوراگر اس نے اپنے مرض کو منتقل کرنے کا ارادہ تو نہیں کیا، مگر مرض کو اوراس کے منتقل ہونے کی بات کو جاننے کے باوجود مجامعت کی

اورخون دیا تو وہ گنہگار و مجرم ہوگا یا نہیں؟

۵- اگر کسی مسلمان خاتون کا شوہر ایڈز کے مرض میں گرفتار ہوگیا تو کیا اس عورت کو شوہر کے اس مرض کی بناء پر فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا اختیار ہے؟ اسی طرح اگر ایڈز کے کسی مریض نے اپنا مرض چھپا کر کسی عورت سے نکاح کرلیا، تو کیا عورت فسخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے؟

۶- جو خاتون ایڈز کے مرض میں گرفتار ہو، اگر اسے حمل قرار پا گیا تو اس کا مرض دوران حمل یا دوران ولادت یا دوران رضاعت بچے کی طرف منتقل ہونے کا طبی لحاظ سے پورا اندیشہ ہے، ایسی عورت کیا بچہ تک اس مرض کی منتقلی کے خوف سے اسقاط حمل کراسکتی ہے؟ اور اگر عورت اس کے لئے تیار نہ ہو تو کیا اس کا شوہر یا حکومت کا محکمہ صحت اسے اسقاط حمل پر مجبور کرسکتا ہے؟ کیونکہ ایڈز کا مریض بچہ سماج کے لئے خطرہ ہوگا اور حکومت کے لئے بڑا بار ہوگا؟

۷- جو بچے یا بچیاں ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں، کیا انہیں مدارس اور اسکولوں میں داخلے سے محروم کرنا درست ہوگا؟ جب کہ مرض مریض کو چھونے یا اس کے ساتھ اٹھنے یا بیٹھنے سے منتقل نہیں ہوتا، بلکہ مریض سے جنسی تعلق پیدا کرنے یا اس کا خون چھونے سے منتقل ہوتا ہے، اگر ایڈز کا مریض بچہ کسی اسکول میں داخل ہے تو عام حالات میں اس سے دوسرے بچوں میں مرض منتقل ہونے کا خطرہ نہیں ہے، لیکن اس بات کا اندیشہ ضرور ہے کہ مریض بچہ کو چوٹ لگ جائے، بچوں کی آپس میں لڑائی میں اس کے جسم سے خون نکل جائے، اور وہ خون دوسرے بچوں کو لگ جائے، یا دوسرے بچے اس کا خون چھولیں، یا جنسی بے راہ روی میں مبتلا ہوکر یہ مرض دوسروں تک پہنچ جائے۔

۸- اگر کوئی بچہ یا بچی ایڈز کے مرض میں گرفتار ہے، تو اسلامی تعلیمات کی رو سے اس بچے یا بچی کے بارے میں اس کے والدین، اہل خانہ اور سماج کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟

۹- ایڈز، نیز طاعون و کینسر جیسے امراج جب طبی لحاظ سے نا قابل علاج مرحلہ میں پہنچ جائیں، تو کیا ان کے لئے مرض الموت کا حکم ہوگا؟ اور ایسے مریض کے لئے مرض موت و وفات کے احکام جاری ہوں گے؟

۱۰- طاعون یا اس جیسے مہلک مرض کے پھیلنے کی صورت میں اگر کسی علاقہ کے اندر حکومت کی طرف سے آمد و رفت کی پابندی لگتی ہے تو شرعا اس کی کیا حیثیت ہے؟

۱۱- اگر ایسی جگہ سے کچھ لوگ اپنی ضروریات سے باہر گئے ہوئے ہیں، اور پھر یہ صورتحال پیدا ہوگئی، اور ان کے قیام کی نہ اب ضرورت ہے، نہ ممکن ہے، پھر ان کا گھر، اہل وعیال سب اس طاعون زدہ علاقہ میں ہیں، اہل وعیال کو ان کی ضرورت ہے، نیز گھر و کاروبار کو بھی ان کی نگہداشت کی ضرورت ہے، تو ایسے لوگ کیا کریں؟

اس کے برعکس باہر سے کسی ضرورت سے آئے ہوئے لوگ جن کا کام ختم ہوچکا ہے، یا اب نہیں ہو رہا ہے وہ کیا کریں؟ اسی طرح وہ شخص جس کی مناسب نگہداشت اور علاج و تیمارداری کا یہاں انتظام نہیں ہو رہا ہے، یا کسی وجہ سے اس کی دوسری جگہ ضرورت ہے، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

محور سوم:

اسلام نے امانت پر بہت زور دیا ہے، اور امانت کے بارے میں اسلام کا تصور بہت وسیع ہے، کہ اگر کسی مجلس میں چند لوگ باہم بیٹھ کر باتیں کر رہے ہیں، ان باتوں کو امانت قرار دیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ’’المجالس بالامانة‘‘ (......) ڈاکٹر اپنے مریضوں کا رازدار ہوتا ہے، اس کی شرعی، اخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے کہ اپنے زیر علاج یا زیر تجربہ مریضوں کا راز افشا نہ کرے، جس سے ان مریضوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، یا سماج میں ان کی بدنامی یا سبکی ہو، لیکن بعض حالات میں مریض کا راز ظاہر نہ کرنے سے اس سے متعلق دوسرے شخص یا اشخاص کے شدید نقصان کا خطرہ ہوتا ہے، اور بعض دفعہ مریض کی پردہ داری بے شمار لوگوں کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے، ایسی حالت میں ایک مسلمان ڈاکٹر بڑی کشمکش میں گرفتار ہوتا ہے، اگر افشائے راز نہیں کرتا ہے تو مریض کے علاوہ دوسرے اشخاص کا نقصان ہوتا ہے، اور اگر افشائے راز کرتا ہے تو اسے مریض کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا ہے، جس نے اسے ڈاکٹر سمجھ کر اپنا راز دار بنایا تھا، اس طرح کی چند صورتیں ذیل میں پیش کی جارہی ہیں، ان مسائل کے بارے میں حکم شرع کی وضاحت مطلوب ہے، تاکہ جو مسلمان ڈاکٹرس اور اطباء اس طرح کے حالات سے دوچار ہوتے ہیں، وہ شریعت کی رہنمائی میں اپنا طریقہ کار طے کریں:

۱- ایک ماہر امراض چشم (Eye Specialist) مسلمان ڈاکٹر نے ایک نوجوان کی آنکھ کا علاج کیا، اس نوجوان کی ایک آنکھ کی بصارت ختم ہو چکی ہے، لیکن ڈاکٹر کی کوششوں سے اس مریض کی وہ آنکھ دیکھنے میں بالکل صحیح وسالم معلوم ہوتی ہے، اس نوجوان کا رشتہ کسی خاتون سے طے پا رہا ہے، ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اگر خاتون کو نوجوان کے اس عیب کا علم ہو جائے تو ہرگز یہ رشتہ کرنے کو راضی نہیں ہوگی، نوجوان یہ عیب چھپا کر اس خاتون سے رشتہ نکاح کر رہا ہے، ایسی صورت میں کیا اس مسلمان ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس خاتون یا اس کے گھر والوں کو نوجوان کے اس عیب کی اطلاع کر دے، یا اس کے لئے نوجوان کے اس عیب کو راز میں رکھنا ضروری ہوگا؟ اگر لڑکی کے گھر والوں کو یہ بھنک لگ گئی ہے کہ وہ نوجوان فلاں ڈاکٹر سے آنکھ کا علاج کروا رہا ہے اور لڑکی یا اس کے گھر والے معلومات کرنے کے لئے اس ڈاکٹر کے پاس آئیں تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کا کیا رویہ ہونا چاہئے؟ وہ لڑکی اور اس کے گھر والوں کو نوجوان کے اس عیب سے باخبر کر دے یا نوجوان کا راز افشا نہ کرے؟۔

۲- ایک مرد اور ایک عورت جن کے درمیان رشتہ نکاح کی بات چل رہی ہے، کسی ڈاکٹر کے پاس طبی جانچ کے لئے آتے ہیں، طبی جانچ کے نتیجہ میں ڈاکٹر کو کسی ایک کا کوئی ایسا مرض معلوم ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں اس بات کا پورا اندیشہ ہے کہ ناقص الاعضاء بچے پیدا ہوں گے یا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرد یا عورت کے مادہ منویہ میں جراثیم تولید نہیں ہیں، ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے فریق کو پہلے فریق کے عیب یا مرض سے باخبر کرے یا اس طبی جانچ کو راز سمجھ کر دوسرے فریق کو اس سے باخبر نہ کرے؟۔

۳- ایک شخص کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، ڈاکٹر کو طبی جانچ کے نتیجہ میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ شخص نامرد ہے یا اس میں کوئی ایسا عیب پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کا نکاح بارآور نہیں ہوسکتا، ڈاکٹر کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے نکاح کی بات چیت کر رہا ہے اور اپنے اس عیب کو چھپا کر اس عورت سے نکاح کر لینا چاہتا ہے، یا کوئی خاتون کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، وہ کسی ایسے اندرونی مرض یا عیب میں مبتلا ہے، جس پر مطلع ہونے کے بعد اس کا رشتہ نکاح کہیں ہونا بہت مشکل ہے، اور وہ خاتون اپنے اس

اندرونی مرض یا عیب کو چھپا کر کسی مرد سے نکاح کی بات چیت کر رہی ہے، رشتہ نکاح کی بات ڈاکٹر کے علم میں آچکی ہے، ان دو صورتوں میں کیا ڈاکٹر کے لئے جائز یا واجب ہے کہ وہ دوسرے فریق کو اپنے مریض کے مرض یا عیب سے مطلع کر دے، اور اگر دوسرا فریق اس مریض یا مریضہ کے بارے میں معلومات کرنے کے لئے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتا ہے تو ڈاکٹر کا رویہ کیا ہونا چاہئے؟۔

۴- ایک شخص کے پاس ڈرائیونگ لائسنس ہے، اس کی بینائی بری طرح متاثر ہو چکی ہے، ڈاکٹر کی رائے میں اس کا گاڑی چلانا اس کے اور دوسروں کے لئے مہلک ہو سکتا ہے، ایسا شخص اگر ڈاکٹر کے منع کرنے کے باوجود گاڑی چلاتا ہے تو کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس کی بینائی کے بارے میں اطلاع کرے، اور ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کرنے کی سفارش کرے؟ یا وہ رازداری برت کر خاموشی اختیار کر سکتا ہے؟۔

یہ سوال اس وقت اور اہمیت حاصل کر لیتا ہے جب کہ یہ شخص گاڑی چلانے کی ملازمت کرتا ہو، بس وغیرہ چلاتا ہے، اس میں اگر ڈاکٹر متعلقہ محکمہ کو اطلاع نہیں کرتا ہے تو بہت سے لوگوں کی جان ضائع ہونے کا پورا خطرہ ہوتا ہے، اور اگر اطلاع کر دیتا ہے تو اس ڈرائیور کی ملازمت خطرہ میں پڑ جاتی ہے، وہ اور اس کے گھر والے بے پناہ معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

۵- اگر کوئی شخص کسی ایسی ملازمت پر ہے جس سے بہت سے لوگوں کی زندگیوں کا تحفظ وابستہ ہے، مثلاً ہوائی جہاز کا پائلٹ یا ٹرین یا بس وغیرہ کا ڈرائیور، یہ شخص شراب یا دوسری نشہ آور چیزوں کا بری طرح عادی ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، نشہ کو ترک نہیں کرتا اور اسی حال میں ملازمت کے فرائض انجام دیتا ہے، تو کیا ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ محکمہ کو اس مریض کے بارے میں خبر کرے کہ یہ شخص کثرت سے شراب یا نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتا ہے، یا مریض کی رازداری کرے؟۔

۶- اگر کسی عورت کو ناجائز حمل تھا، اس عورت سے بچہ پیدا ہوا اور وہ اس نومولود کو کسی شاہراہ یا پارک یا کسی اور مقام پر زندہ حالت میں چھوڑ کر چلی آئی تاکہ سماج میں بدنامی سے بچ جائے، اس نے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا اور ڈاکٹر کو اس صورتحال کی خبر دی تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کی کیا ذمہ داری ہے، کیا وہ اس عورت کی رازداری کرے، اور اس کے غلط اقدام کے بارے میں کسی کو خبر نہ دے، یا اس کا یہ فریضہ بنتا ہے کہ وہ اس معصوم زندہ بچے کے بارے میں حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دے؟۔

۷- ایک شخص شراب کا یا کسی اور نشہ آور چیز کا بہت بری طرح عادی ہے، اور اپنی اس بری عادت کو خواہش کے باوجود نہیں چھوڑ پا رہا ہے، اس شخص نے یا اس کے گھر والوں نے ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر سے اس مریض کا علاج کرانے کے لئے رابطہ قائم کیا، ڈاکٹر نفسیاتی علاج کے مختلف طریقے مریض پر آزما چکا، لیکن اسے کامیابی نہیں مل سکی، اور یہ شخص برابر شراب یا منشیات کا رسیا رہا، اس ماہر نفسیات ڈاکٹر کے پاس ایک ہی طریقہ علاج باقی بچا ہے، وہ یہ کہ مریض کو وقفہ وقفہ سے وہی شراب یا نشہ آور چیز استعمال کرنے کی تجویز کرے، جس کا وہ عادی ہے، لیکن مریض کے علم میں لائے بغیر اس میں کوئی ایسی دوا شامل کرادے جو شراب یا نشہ آور چیز کے استعمال کے بعد وہ مریض کافی دیر تک متلی یا قے وغیرہ کی شکایت میں گرفتار رہے، اس طرح مریض کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ میں شراب یا نشہ آور چیز کا استعمال کروں گا تو متلی اور قے میں گرفتار ہو جاؤں گا، یہ طریقہ علاج بہت سے مریضوں پر کارآمد ثابت ہوتا ہے، کیا مختلف نفسیاتی طریقہ علاج کے ناکام ہونے کے بعد ایک مسلمان ڈاکٹر اپنے مریض پر یہ طریقہ علاج استعمال کر سکتا ہے؟، حالانکہ اس میں مریض کو ایک ناجائز اور حرام چیز کے استعمال کا مشورہ دیا جا رہا ہے۔

۸- بہت سے جرائم پیشہ افراد ماہر نفسیات ڈاکٹر کے زیر علاج ہوتے ہیں، یہ لوگ اپنے جرائم پیشہ ہونے کا حد درجہ اخفاء کرتے ہیں کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو سکے، مثلاً ایک شخص جاسوسی کرتا ہے اور لوگوں کے راز مختلف ذرائع سے حاصل کر کے دوسرے افراد یا پارٹیوں تک پہنچاتا ہے، اس کی جاسوسی سے بہت سے لوگوں کا غیر معمولی نقصان ہوتا ہے، ایسا جاسوس بسا اوقات نفسیاتی الجھن میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے، نفسیاتی الجھن کی وجہ سے بسا اوقات اسے بے خوابی اور دوسری شکایتیں پیدا ہو جاتی ہیں، اور وہ ڈاکٹر سے رابطہ قائم کرتا ہے، اسے اپنے پیشہ اور جرائم کی خبر دیتا ہے، ایسے بعض لوگ اپنے پیشوں اور جرائم کو انتہائی غلط سمجھتے ہیں، لیکن چونکہ ان کے معاشی مفادات اس پیشہ یا جرم سے وابستہ ہو گئے ہیں، اس لئے اسے ترک کرنے کا فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں، ڈاکٹر کو اس مریض کے بتانے سے اس کے ناجائز پیشہ اور جرم کی خبر ہو چکی ہے۔

ایسی صورت میں اس مریض کے بارے میں ڈاکٹر کا رویہ کیا ہونا چاہئے؟ کیا وہ رازداری سے کام لے اور کسی کو اس کے بارے میں باخبر نہ کرے یا اس کے بارے میں لوگوں کو اور حکومت کے متعلقہ محکمہ کو باخبر کر دے تاکہ اس کے ضرر سے لوگ محفوظ رہیں؟۔

۹- کسی مریض (مثلاً نفسیاتی مریض) نے کسی جرم کا ارتکاب کیا، مثلاً کسی کو قتل کیا یا اس طرح کی کوئی اور سنگین واردات کی ہے، اور ڈاکٹر کے پاس اس جرم کا اقرار کیا ہے، اسی جرم پر شبہ کی بنیاد پر دوسرا شخص ماخوذ ہو گیا ہے، اس کے خلاف مقدمہ چل رہا ہے، اس بات کا پورا اندیشہ ہے کہ وہ دوسرا شخص جو دراصل جرم سے بری ہے عدالت میں مجرم قرار دے دیا جائے اور سزایاب ہو جائے، ایسی صورت میں کیا ڈاکٹر اس مجرم مریض کے بارے میں رازداری سے کام لے یا اس کا راز افشاء کرتے ہوئے عدالت میں جا کر بیان دے تاکہ بے گناہ شخص کی رہائی ہو سکے؟۔

۱۰- اگر کوئی شخص کسی متعدی مرض (مثلاً ایڈز، طاعون وغیرہ) میں مبتلا ہے اور کسی ڈاکٹر کے زیر علاج ہے، مریض کا اصرار ہے کہ ڈاکٹر اس کے اس مرض کی اطلاع کسی سے حتی کہ اس کے گھر والوں سے بھی نہ کرے ورنہ وہ گھر اور سماج میں اچھوت بن کر رہ جائے گا، کوئی بھی اس سے ملنا جلنا، اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا گوارہ نہیں کرے گا، ایسی صورت میں اس مریض کے تئیں ڈاکٹر کا رویہ کیا ہونا چاہئے، کیا وہ اس کے مرض کو راز میں رکھے تاکہ مریض کو ضرر سے بچا سکے، یا اس کے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو اس کے مرض کی خبر کر دے تاکہ یہ مرض دوسروں کو لاحق نہ ہو جائے۔

☆☆☆

سوالنامہ

عرف وعادت

فقہ اسلامی کا ایک اہم ماخذ اور سرچشمہ ''عرف وعادت'' ہے، یوں تو خود نصوص کی تفسیر وتطبیق میں بھی عرف کو بڑی اہمیت حاصل ہے، لیکن اس کی اہمیت واثر انگیزی کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ ہر دور میں اکثر جدید مسائل عرف وعادت ہی کے تغیر سے پیدا ہوتے ہیں اور عرف وعادت کے اصول وشرائط کی تعیین وتحدید ہی کے ذریعہ ان کو حل کیا جاسکتا ہے، اسی لئے اسلامک فقہ اکیڈمی کے آٹھویں فقہی سمینار میں غور وفکر اور تبادلۂ خیال کے لئے جو موضوعات رکھے گئے ہیں، ان میں یہ اہم اور وسیع الاثر اصولی موضوع بھی شامل ہے، اسی سلسلہ میں یہ سوالنامہ پیش خدمت ہے، اس کا بنیادی مقصود ''عرف وعادت'' کے دائرہ اثر کی تحدید اور اس کے موثر ومعتبر ہونے کے لئے اصول وشرائط کی ایسی واضح تحدید ہے جو فقہاء وارباب افتاء کے لئے واضح رہنما خطوط کا کام دے سکے۔

سوالنامہ کو پانچ محاور پر تقسیم کیا گیا ہے، پہلے محور میں عرف کی حقیقت، دوسری محارب المعنی اصطلاحات اور عرف کے درمیان فرق، نیز عرف کی مختلف اقسام کی توضیح مقصود ہے، اور گویا یہ اس موضوع کی تمہید ہے، دوسرے محور کا مقصد عرف اور اس کی انواع کی حجیت اس کے اعتبار واستناد اور اہمیت اور فقہ اسلامی میں اس کے درجہ ومقام کو واضح کرنا ہے، تیسرا محور عرف کا حکم، عرف کے معتبر ہونے کے اصول وشرائط، دیگر ادلہ شرعیہ سے عرف کے تعارض وتصادم کی صورت ترجیح جیسے اہم موضوع سے متعلق ہے، اور اہل علم کی خصوصی توجہ کا متقاضی ہے۔

چوتھا محور جو ''قواعد فقہیہ'' سے متعلق ہے، دراصل اسی موضوع کی مزید توضیح وتنقیح سے عبارت ہے، عرف اور نقول فقہاء میں تعارض ہوجائے تو ارباب افتاء کو کیا کرنا چاہئے، پانچویں محور کے تحت اس پر گفتگو ہوگی، امید ہے کہ آپ ان اہم اور نازک مسائل کے حل کے لئے درج ذیل سوالات کے ایسے جواب مرحمت فرمائیں گے جو جامع بھی ہو اور طول امل سے خالی اور مختصر بھی ہو۔

محور اول: (عرف وعادت کی حقیقت اور اس کی قسمیں):

۱- عرف کے لغوی معنی اور اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

۲- عادت کے لغوی معنی اور اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

۳- کیا عرف اور عادت کے درمیان فرق ہے اور اگر ہے تو کیا ہے؟

۴- عرف اور اجماع کے درمیان کیا فرق ہے؟

۵- بعض اہل علم نے موضوع کے اعتبار سے عرف کی دو قسمیں کی ہیں:
(الف) عرف لفظی۔
(ب) عرف عملی ان دونوں اقسام کی حقیقت کیا ہے؟

۶- عرف وعادت کا دائرہ کس قدر وسیع یا محدود ہے؟ اس لحاظ سے عرف کی دو قسمیں کی گئی ہیں (الف) عرف عام، (ب) عرف

خاص، عرف کے معتبر ونا معتبر ہونے میں اس تقسیم کو اہل علم نے جو اہمیت دی ہے، وہ محتاج اظہار نہیں، اس لئے عرف عام وخاص کی تحدید کی جائے؟

۷- عرف کے معتبر ہونے اور نہ ہونے کے لحاظ سے بھی عرف کی دو قسمیں کی گئی ہیں (الف) عرف صحیح (ب) عرف فاسد، ان کی بھی اصطلاحی تعریف کی جائے؟

محور دوم (عرف اور اس کی اقسام کا اعتبار):

۱- ادلۂ شرعیہ کتاب وسنت اور اجماع وقیاس سے عرف وعادت کا معتبر ہونا ثابت ہو تو اس پر روشنی ڈالی جائے؟

۲- عرف لفظی احکام شرعیہ میں موثر ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں قواعد فقہیہ اور فقہاء کی تصریحات سے کیا رہنمائی ملتی ہے؟

۳- عرف عملی احکام شرعیہ میں معتبر ہے یا نہیں؟ فقہاء کی تصریحات اور قواعد سے اس سلسلہ میں کیا روشنی ملتی ہے؟

۴- عرف عام اور عرف خاص دونوں معتبر ہیں یا صرف عرف عام؟

۵- جن حضرات نے عرف خاص کو غیر معتبر مانا ہے ان کے نزدیک عرف خاص نصوص شارع کے مقابلہ غیر معتبر ہے یا نصوص فقہاء کے مقابلہ میں بھی؟

محور سوم (عرف وعادت کے معتبر ہونے کی شرطیں اور ادلۂ شرعیہ سے ان کے تعارض کی صورت میں طریق کار):

۱- عرف کے معتبر ہونے کے لئے کیا کیا شرطیں ہیں؟

۲- عرف کسی عام نص سے متعارض ہو، کہ اگر عرف پر عمل کیا جائے تو نص کی تخصیص کی نوبت آتی ہو، تو اس عرف کا کیا حکم ہوگا؟

۳- عرف نص خاص سے متعارض ہو، یہاں تک کہ ایک کی رعایت دوسرے کو چھوڑے بغیر ممکن نہ ہو، تو ایسی صورت میں عرف معتبر ہوگا یا نہیں؟

۴- بعض نصوص ایسی بھی ہیں جو عرف وعادت پر مبنی ہیں، گو ایسی نصوص عرفیہ کی تعیین ایک نازک کام ہے، لیکن عام طور پر اہل علم نے ایسے نصوص کے پائے جانے کا اعتراف کیا ہے، ان نصوص عرفیہ پر تبدیلی عرف کا کیا اثر مرتب ہوگا؟

۵- اگر عرف قیاس سے متصادم ہو، تو ایسی صورت میں عرف کو ترجیح حاصل ہوگی یا قیاس کو؟

۶- اگر عرف کا شریعت کے قواعد عامہ سے تصادم ہو، تو اس صورت میں عرف معتبر ہوگا یا نہیں؟

محور چہارم (عرف وعادت سے متعلق فقہی قواعد):

۱- عرف وعادت سے متعلق فقہاء نے متعدد قواعد مقرر کئے ہیں ان کی مختصر اور ایسی تشریح کی جائے جس سے عرف کے معتبر وموثر ہونے کی شرطیں اور حدیں واضح ہوں؟

محور پنجم (عرف اور اقوال فقہاء میں تعارض):

۱- اگر عرف ''ظاہر روایت'' کے خلاف ہو اور مذہب کا کوئی ضعیف قول عرف کے مطابق ہو تو کیا ایسی صورت میں ''ظاہر روایت'' کو ترک کردینا درست ہوگا؟

۲- اگر عرف ایک مکتب فقہ میں منقول اقوال کے خلاف ہو اور دوسرے مکتب فقہ میں ایسی رائے موجود ہو جو موجودہ عرف وعادت کے مطابق ہو، تو کیا ایسی رائے کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟ اور اگر کیا جاسکتا ہے تو یہ ''عدول عن المذہب'' شمار ہوگا یا تغیر عرف کی بنا پر اسی دبستان فقہ میں رہتے ہوئے فتاویٰ میں تغیر کے قبیل سے ہوگا؟

۳- جن احکام میں اس بات کی واضح علامات اور قرائن موجود ہوں کہ گذشتہ فقہاء نے اپنے عہد کے عرف ورواج کے پس منظر میں یہ رائے قائم کی ہے، اگر موجودہ دور کا عرف بدل گیا ہو تو تغیر عرف کی بنا پر تغیر حکم جائز ہوگا یا واجب؟ یا فقہاء کی قدیم آراء پر ہی فتاویٰ دئے جائیں گے؟

☆☆☆

تجاویز:

آٹھواں فقہی سمینار

۲۷-۲۹/جمادی الاول ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۲-۲۴/اکتوبر ۱۹۹۵ء، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

طبی اخلاقیات، عرف وعادت اور اشتراط فی النکاح اس آٹھویں سمینار کے موضوعات تھے جن پر پورے ہندوستان سے مختلف دینی مراکز اور مسالک کی نمائندگی کرنے والے علماء وفقہاء اور جدید علوم کے ماہرین نے تین دنوں تک غور وفکر کیا اور فیصلے کئے۔ طبی اخلاقیات پر مختلف پہلوؤں سے غور کرنے کے بعد ڈاکٹروں کے لیے اسلامی نقطۂ نظر سے ضابطہ اخلاق مدون کرنے کے لیے علماء اور ڈاکٹروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی گئی۔ نیز ایک قرارداد پاس کر کے صوبہ اتر پردیش میں نافذ زرعی اراضی سے متعلق اس قانون کی برخاستگی کا مطالبہ کیا گیا جس کی رو سے مسلم عورتیں ان اراضی میں حصہ پانے سے محروم رہتی ہیں۔ اس سمینار میں جو فیصلے کیے گئے وہ درج ذیل ہیں:

طبی اخلاقیات اور اطباء کے فرائض:

پیشۂ طب سے چونکہ صحت انسانی کی حفاظت جیسا فریضہ متعلق ہے، اس لیے اطباء کی ذمہ داریاں بھی بہت نازک ہیں، ہمدردی وبہی خواہی، صبر وحلم، شخصی کمزوریوں اور راز کی حفاظت، اجتماعی مفادات کا خیال اور اپنے فن میں مہارت وحذاقت، بصیرت مندی وحاضری دماغی اور خدمت خلق کا جذبہ ان کے اخلاقی فرائض میں داخل ہے، چنانچہ اس اہم موضوع پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں غور وفکر اور بحث وتبادلۂ خیالات کے بعد سمینار درج ذیل تجاویز منظور کرتا ہے:

۱: الف- علاج کرنے کا حق اس شخص کو حاصل ہے جو فن کا علم رکھتا ہو اور تجربہ کار ہو، اور اس کے علم اور تجربہ کی کسی مستند ومعتبر ذریعہ نے تصدیق کی ہو، صحیح علم وتجربہ کے بغیر علاج معالجہ کرنا جائز نہیں۔

ب- جس شخص کو علاج معالجہ کی شرعاً اجازت نہیں ہے، اگر اس کے علاج کی وجہ سے مریض کو غیر معمولی ضرر لاحق ہو جائے تو ضمان عائد ہوگا۔

۲- اگر کسی مستند معالج نے علاج میں کوئی کوتاہی کی اور اس کی وجہ سے مریض کو ضرر پہنچ گیا تو معالج ضامن ہوگا۔

۳- اس طرح قدرت کے باوجود مریض یا اس کے اولیاء کی اجازت کے بغیر اگر ڈاکٹر مریض کا آپریشن کردے اور آپریشن مضر یا مہلک ثابت ہو تو ضمان لازم آئے گا۔

۴- اگر مریض بے ہوش ہے اور اس کے اولیاء وہاں موجود نہ ہوں اور ڈاکٹر یہ محسوس کرتا ہو کہ اس کی جان یا عضو کی حفاظت کے لئے فوری آپریشن ضروری ہے، اور اس نے اجازت کے بغیر آپریشن کردیا مگر مریض کو نقصان پہنچ گیا تو ڈاکٹر ضامن نہ ہوگا۔

۵- اگر کسی شخص کے رشتۂ نکاح کی بات چل رہی ہے اور وہ کسی مرض یا عیب میں مبتلا ہے جس پر مطلع ہونے کے بعد مخطوبہ عورت اس سے

نکاح کرنے پر راضی نہ ہوگی، ڈاکٹر کو اپنے مریض کے مرض یا عیب کا علم ہے، اس صورت میں اگر عورت یا اس کا ولی ڈاکٹر سے ملاقات کرکے مریض کے مرض یا عیب کے بارے میں رشتہ نکاح کے حوالہ سے مریض کی صحیح صورت حال معلوم کرنا چاہیں تو ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ صحیح صورت حال کی خبر دے دے، لیکن ڈاکٹر سے اگر اس بارے میں عورت یا اس کے اولیاء نے رابطہ قائم نہیں کیا تو اس کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ عورت یا اس کے اولیاء کو اس مرض یا عیب کی اطلاع دے۔

۶- ڈرائیور کی بینائی کے متاثر ہونے کی صورت میں ڈاکٹر پر ضروری ہوگا کہ وہ متعلقہ محکمہ کو باخبر کردے، اسی طرح ہوائی جہاز کا پائلٹ یا ٹرین اور بس کا ڈرائیور اگر نشہ کا عادی ہو اور اس سے مسافروں کو خطرہ لاحق ہو تو ڈاکٹر پر لازم ہوگا کہ وہ متعلقہ محکمہ کو آگاہ کردے۔

۷- اگر ڈاکٹر کو اپنے مریض کے جرم کی اطلاع ہو اور جرم میں کوئی بے گناہ شخص ماخوذ ہو رہا ہو تو اس بے گناہ شخص کی براءت کے لئے ڈاکٹر پر حقیقت حال کا اظہار ضروری ہے، راز داری سے کام لینا اس کے لئے جائز نہ ہوگا۔

اسلامی نقطۂ نظر سے اطباء کے لئے ضابطہ اخلاق کی تدوین:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں اس وقت جو مہلک اور خطرناک بیماریاں موجود اور معروف ومشہور ہیں، ان میں ''ایڈز'' کو سب سے نمایاں مقام حاصل ہے، یہ مرض بتدریج انسان کو گھلا دیتا ہے، جسم کی قوت مدافعت کمزور ہوتی چلی جاتی ہے، اور ہر نئی بیماری اپنے لیے انسانی جسم میں بڑی آسانی کے ساتھ راہ بنالیتی ہے، زندگی دراصل حوصلہ، نشاط اور امنگ سے عبارت ہے، لیکن ایڈز کا مریض ان عالی صفات سے عاری وخالی ہوکر بے حسی اور بے کیفی کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے، اس لحاظ سے ایڈز کیا ہے؟ وحشت ناک موت کا سفر اور زندگی کے عبرت ناک خاتمہ کا نقیب ہے، اس لئے آج کی دنیا اس مرض سے سب سے زیادہ ڈری اور سہمی ہوئی ہے، اور معالجین اس کے اسباب وعلل پر غور وخوض کرتے ہوئے اس کے تدارک اور انسداد پر اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں، لیکن سچی بات یہ ہے کہ اب تک دنیا بھر کے معالجین نت نئے انکشافات، ایجادات اور طبی تحقیقات کے اس دور میں اس ''زہر'' کا کوئی ''تریاق'' دریافت نہیں کرسکے، اور اس وقت حال یہ ہے کہ ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

مرض ایڈز کے بارے میں جو معلومات فراہم کی جارہی ہیں اور گرد وپیش پر نظر ڈال کر جو نتائج سامنے لئے جارہے ہیں ان کی روشنی میں اس مرض کو ''عذاب الٰہی'' سے تعبیر کیا جائے تو مناسب نہیں ہوگا۔

خالق کائنات نے جنسی تسکین اور آسودگی کے لئے جو فطری ضابطے مقرر کئے ہیں ان کی خلاف ورزی بلکہ باغیانہ روش اور طور طریقے، اسی نے دراصل اس خطرناک مرض کو جنم دیا ہے، اس سلسلہ میں مغربی ممالک میں مرد وعورت کا جو آزادانہ میل جول ہے، ٹی وی پر جو بے حیائی کے مناظر سامنے آرہے ہیں، سینما کے پردے جس طرح غیر اخلاقی حرکتوں کی ٹریننگ کا کام انجام دے رہے ہیں، فحش لٹریچر اور عریاں اشتہارات ذہن ودماغ کو جس طرح پراگندہ کر رہے ہیں، ایڈز دراصل ان مذموم اور ناپاک اعمال اور اخلاق کا لازمی نتیجہ ہے، جسے ''خود کردہ را علاجے نیست'' کا مصداق بھی قرار دیا جاسکتا ہے، مرض ایڈز کے پھیلاؤ کو روکنے کا مؤثر ذریعہ بھی یہی ہے کہ ماحول اور سماج کو پاکیزہ بنایا جائے، جنسی آوارگی پر بندشیں لگائی جائیں، جنسی جذبات برانگیختہ کرنے والے مناظر پر پوری جرأت کے ساتھ پابندی عائد کی جائے، اور جنسی تسکین کے اس راستے کی طرف دعوت دی جائے جو شریعت کی نظر میں مقصود اور مطلوب ومحمود ہے، یہ اجتماع مرض ایڈز کے

انسداد اور روک تھام کے لئے اطباء، ڈاکٹرس، علماء، مصلحین، اہل قلم، اہل صحافت، عالمی ادارۂ صحت عامہ، ذرائع ابلاغ، رفاہی ادارے اور حکومت کو توجہ دلانا چاہتا ہے کہ وہ اپنے اپنے لحاظ سے اس سلسلہ میں کوشش کریں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ علم ادیان اور علم ابدان کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اور یہی دو علم، علم کا نچوڑ اور خلاصہ ہیں، اس کے پیش نظر ضرورت اس کی محسوس کی جارہی ہے کہ ''پیشۂ طبابت'' کے سلسلہ میں اسلامی نقطۂ نظر سے ایک ضابطۂ اخلاق ترتیب دیا جائے، اس لئے مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے جو تمام پہلوؤں اور جہتوں کو سامنے رکھتے ہوئے طبی ضابطۂ اخلاق مرتب کرے گی:

ڈاکٹر سید مسعود اشرف صاحب — ڈاکٹر امان اللہ خان صاحب

پروفیسر سید ظل الرحمٰن صاحب — ڈاکٹر عبدالقادر صاحب

ڈاکٹر سعود عالم قاسمی صاحب — مولانا سلطان احمد اصلاحی صاحب

ڈاکٹر یوسف امین صاحب

ایڈز:

۱- اگر کوئی مرد ایڈز کا مریض ہو، مگر اس نے اپنا مرض ظاہر کئے بغیر کسی خاتون سے نکاح کرلیا تو ایسی صورت میں عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔

اور اگر نکاح کے بعد مرد اس بیماری میں مبتلا ہوجائے اور خطرناک حد تک پہنچ جائے تو خاتون کے لئے فسخ نکاح کا حق ہوگا۔

۲- ایڈز کی مریضہ اگر حاملہ ہوجائے اور مستند ڈاکٹروں کی رائے میں غالب گمان یہ ہے کہ بچہ بھی اس مرض سے متاثر ہوگا، تو ایسی صورت میں حمل میں جان آنے سے پہلے جس کی مدت فقہاء نے ۱۲۰ دن لکھی ہے، اسقاط کرانے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

۳- ایڈز کے مریض کو اگر مرض نے پورے طور پر اپنی گرفت میں لے لیا ہو اور وہ زندگی کے معمولات کو ادا کرنے سے معذور ہوگیا ہو تو ایسے شخص کو مرض موت کا مریض سمجھا جائے گا۔

۴- ایڈز کے مریض کی یہ اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر والوں یا متعلقین کو اس مرض سے مطلع کردے اور خود بھی احتیاطی تدابیر ملحوظ رکھے۔

۵- ایڈز کا مریض اگر اپنے مرض کو چھپانے پر ڈاکٹر سے اصرار کررہا ہے اور ڈاکٹر کی رائے میں اس کے مرض کو راز میں رکھنے سے اس کے اہل خانہ، متعلقین اور سماج کو ضرر لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہے تو ڈاکٹر کی ذمہ داری ہے کہ محکمہ صحت اور متعلقہ حضرات کو اس کی اطلاع کردے۔

۶- ایڈز اور دوسرے متعدی امراض میں مبتلا افراد کے بارے میں ان کے اہل خانہ، متعلقین اور سماج کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کو تنہا اور بے سہارا نہ چھوڑیں، طبی احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی پوری نگہداشت کریں اور انہیں علاج معالجہ اور احتیاطی تدابیر فراہم کرنے میں پورا تعاون کریں۔

۷- ایڈز زدہ بچے بچیوں کو تعلیم سے محروم کرنا درست نہیں ہے، ضروری احتیاطی طبی تدابیر کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی تعلیم وتربیت کا نظم کیا جائے۔

۸- طاعون زدہ علاقہ میں آمدورفت پر پابندی مستحسن چیز ہے، البتہ ضرورت ومجبوری کے حالات مذکورہ پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔

۹- ایڈز کے مرض میں مبتلا شخص کا اپنے مرض کی نوعیت سے واقف ہونے کے باوجود اس مرض کو کسی بھی صحت مند انسان کی طرف عمداً منتقل کرنا حرام ہے اور ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے، اس طرح کے عمل کا مرتکب اس عمل کی نوعیت اور اس کے فرد یا معاشرے پر بُرے اثرات پڑنے کے اعتبار سے سزا کا مستحق ہے۔

عرف وعادت:

حقیقت یہ ہے کہ شریعت اسلامی کی سب سے بڑی خصوصیت مسائل زندگی کی بابت عدل اور اعتدال ہے، شریعت اسلامی کا مزاج یہ نہیں ہے کہ وہ وضعی قوانین کی طرح ہر روز اور ہر آن تبدیلی قبول کرتی رہے، اور ایک بات خواہ کسی قدر بھی نامعقول اور مصالح اور اخلاقی قدروں کے مغائر ہو، لیکن اگر اس نے رواج کا درجہ حاصل کرلیا ہو، لوگ اس کو برتنے لگے ہوں تو اس کو بہر حال قبول کرلیا جائے، یہ مصالح انسان کی رعایت نہیں بلکہ مفاسد کے سامنے سپر انداز ہونا ہے، اور اسلام اس کی کسی طور پر اجازت نہیں دے سکتا، تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو قانون زندگی کے ساتھ چلنا چاہتا ہو اور اپنی ابدیت اور دوام واستمرار کا مدعی ہو اس کے لئے ایک خاص حد میں سماجی رواجات اور عرف کو قبول کرنا ناگزیر ہے، چنانچہ فقہ اسلامی میں بہت سے احکام کی بنیاد عرف پر رکھی گئی ہے، قرآن وسنت، آثار صحابہ اور قیاس سے عرف وعادت کے معتبر ہونے کا ثبوت ملتا ہے، اور اس کے معتبر ہونے پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔

اسی پس منظر میں فقہ اسلامی میں عرف کی حیثیت، اس کے مقام اور اس کے معتبر ہونے کی صورت واصول وشرائط پر تفصیلی بحث اور غور وفکر کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

عرف کی حقیقت اور اس کی مختلف اقسام:

۱- عرف لغوی طور پر جانی پہچانی چیز کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شرع کے اندر عرف سے مراد وہ اقوال وافعال ہیں جو معاشرہ میں رائج ہوں اور لوگ ان پر عمل پیرا ہوں۔

۲- ''عادت'' کا لغوی معنیٰ کسی امر کے مکرر پیش آنے کے ہیں، اور اصطلاحی طور پر عقلی رشتہ کے بغیر کسی امر کا اس طرح بار بار پیش آنا کہ طبعی امور کی طرح اس کی انجام دہی آسان ہوگئی ہو، عادت کہلاتی ہے۔

۳- عرف وعادت کے درمیان کوئی حقیقی فرق نہیں ہے، مصداق کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں گو مفہوم کے اعتبار سے جدا جدا ہیں۔

۴- عرف اور اجماع کے درمیان فرق یہ ہے کہ عرف عام لوگوں کے قول وعمل سے وجود میں آتا ہے جبکہ اجماع مجتہدین کے اتفاق کا نام ہے۔

۵- موضوع کے اعتبار سے عرف کی دو قسمیں ہیں: عرف قولی، عرف فعلی۔

بعض الفاظ یا تراکیب لوگوں کے درمیان کسی خاص معنیٰ میں مروج ہوجائیں اور جب وہ بولا جائے تو کسی قرینہ اور عقلی دلیل کے بغیر وہ معنیٰ سمجھا جائے، عرف قولی ہے۔ اور کسی عمل کے بارے میں لوگوں کی عادت ورواج عرف عملی ہے۔

۶- عرف لفظی اور عرف عملی دونوں احکام شرعیہ میں معتبر ہیں۔

دنیا کی بیشتر مسلم آبادیوں میں جو امر معروف ومروج ہوجائے وہ عرف عام ہے، اور جو کسی ایک شہر یا صوبہ یا کسی خاص آبادی یا ایک مخصوص طبقہ تک محدود ہو وہ عرف خاص ہے۔

۷- ہر وہ رواج وعرف جو شریعت کی کسی نص، یا مقصد ومصلحت معتبرہ سے ٹکراتا ہو وہ فاسد قرار پائے گا، جیسے مروجہ جہیز یا نقد رقم کا مطالبہ کرنا، لڑکیوں کو میراث سے محروم رکھنا، گروی زمینوں وغیرہ سے فائدہ اٹھانا۔

عرف کے معتبر ہونے کی شرطیں:

شریعت میں عرف کے معتبر ہونے کی چار شرطیں ہیں:

۱- عرف کلی یا اکثری ہو، یعنی معاشرہ میں سو فیصد اس کا رواج ہو یا معاشرہ کی غالب اکثریت اس عرف پر عمل پیرا ہو۔

۲- کسی تصرف یا معاملہ کے پیش آنے سے پہلے وہ عرف موجود رہا ہو اور پیش آنے کے وقت تک موجود ہو۔

۳- معاملہ کرنے والوں کی طرف سے عرف کے خلاف کوئی صراحت موجود نہ ہو۔

۴- عرف کو اختیار کرنے کی صورت میں شریعت کی کوئی صریح قطعی نص یا شریعت کا کوئی قطعی اصول متاثر نہ ہوتا ہو۔

عرف اور شرعی دلائل میں تعارض:

۱- عرف عام اگر کسی نص عام سے اس طور پر متعارض ہو کہ عرف عام پر عمل کرنے سے نص کا ترک لازم نہ آئے بلکہ نص کی تخصیص لازم آئے تو اس صورت میں عرف عام کی بنا پر نص عام کی تخصیص درست ہے۔

۲- اگر عرف عام نص سے متصادم ہو یہاں تک کہ عرف عام کا اعتبار کرنے میں نص کا ترک لازم آئے تو عرف عام شرعاً ناقابل قبول اور غیر معتبر ہوگا۔

۳- جن نصوص کا عرف پر مبنی ہونا ثابت اور متحقق ہو ان میں عرف کی تبدیلی سے حکم میں تبدیلی کی جاسکتی ہے، لیکن کسی نص کے بارے میں یہ طے کرنا کہ اس کی بنیاد عرف پر ہے، بڑا نازک اور انتہائی ذمہ داری کا کام ہے، یہ فیصلہ علوم اسلامیہ میں غیر معمولی مہارت رکھنے والے دقیق النظر، محتاط اور خدا ترس علماء اور فقہاء اجتماعی طور پر ہی کرسکتے ہیں۔

۴- اگر عرف عام ایسے مسئلہ سے متصادم ہو جس کا ثبوت قیاس سے ہے تو عرف عام کو ترجیح ہوگی اور اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کردیا جائے گا۔

۵- اگر عرف خاص کا دائرہ بہت محدود ہو تو اس کی بنیاد پر قیاس کا ترک کرنا درست نہیں۔

۶- اگر عرف خاص کا دائرہ بہت وسیع ہو تو اس کی بنا پر قیاس کا ترک کرنا درست ہے۔

۷- اگر عرف شریعت کے بنیادی مقاصد ومصالح سے متصادم ہو تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

عرف کی تبدیلی سے حکم میں تبدیلی:

۱- ظاہر روایت کے جو مسائل صریح نصوص (کتاب وسنت) سے ثابت ہوں انہیں عرف کی بنیاد پر ترک نہیں کیا جائے گا، البتہ ظاہر روایت کے دوسرے مسائل کو عرف کی بنا پر ترک کیا جاسکتا ہے۔

۲- اگر ایک مکتب فقہ میں منقول اقوال عرف کے خلاف ہوں اور دوسرے مکتب فقہ میں ایسی رائے موجود ہو جو عرف و عادت کے مطابق ہو تو ایسی صورت میں عرف کے مطابق حکم کو (اعتبار عرف کی شرطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے) اختیار کرنا ''عدول عن المذہب'' نہیں ہے، بلکہ عرف کو ہی اختیار کرنا ہے۔

۳- جو احکام فقہیہ نصوص کی بجائے محض عرف و عادت پر مبنی ہوں ان میں عرف کی تبدیلی کی صورت میں نئے عرف کے مطابق حکم لگایا جائے گا۔

عقد نکاح میں شرائط کی فقہی حیثیت:

۱- نکاح میں اگر ایسی شرطیں لگائی جائیں جو نکاح سے واجب ہونے والی ذمہ داریوں اور حقوق ہی کو موکد کرتی ہوں تو وہ معتبر ہیں اور شوہر پر ان کو پورا کرنا واجب ہے۔

۲- نکاح کے وقت ایسی شرائط عائد کرنا جو عقد نکاح کے تقاضوں کے خلاف ہوں یا شریعت نے ان سے منع کیا ہو، غیر معتبر ہیں، جیسے شوہر کا نفقہ نہ دینے کی شرط لگانا یا جہیز وتلک کی شرط لگانا۔

۳- نکاح کے وقت ایسی باتوں کی شرط لگائی جائے کہ شریعت نے ان کو نہ لازم وواجب قرار دیا ہے اور نہ ان سے منع کیا ہے، تو ایسی شرطوں کو پورا کرنا واجب ہے۔

یوپی زمینداری ایکٹ میں ترمیم کی بابت تجویز (خواتین کی میراث):

ملک بھر سے آئے ہوئے علماء اور فقہاء اور اصحاب افتاء کا یہ اجتماع اس بات پر اپنی گہری تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ صوبہ اتر پردیش میں ابھی تک خواتین کے ساتھ وراثت کے معاملہ میں بے انصافی اور ظلم جاری ہے۔ یوپی کے موجودہ قانون کے مطابق خواتین کو زراعتی اراضی میں مرد وارثان کی موجودگی میں وراثت کے حق سے محروم رکھا گیا ہے۔ یہ قانون ہندوستان کے آئین اور شریعت اسلامیہ سے متصادم ہے۔

اس سمینار کے شرکاء اس بات پر بھی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں کہ مسلم پرسنل لا (شیعت) اپلی کیشن ایکٹ ۱۹۳۷ء کی دفعہ ۲ سے زراعتی اراضی کو نکال دیا گیا ہے جس کی بنیاد پر مسلمان خواتین اپنے شرعی حق وراثت سے قانونی طور پر محروم ہوگئی ہیں۔

یہ بات درست ہے کہ علماء کرام نے اس سلسلہ میں کئی فتاوی جاری کئے ہیں جن کی وجہ سے زیادہ تر مسلم خاندانوں میں وراثت کی تقسیم قرآن وسنت کی روشنی میں کی جاتی رہی ہے۔

اس سب کے باوجود بھی اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یوپی زمینداری ایکٹ اور شریعت ایکٹ میں فوراً ترمیم کی ضرورت ہے تا کہ خواتین کو عام طور سے اور مسلم خواتین کو خاص طور سے ان کے حق وراثت سے محروم نہ کیا جاسکے۔

☆☆☆